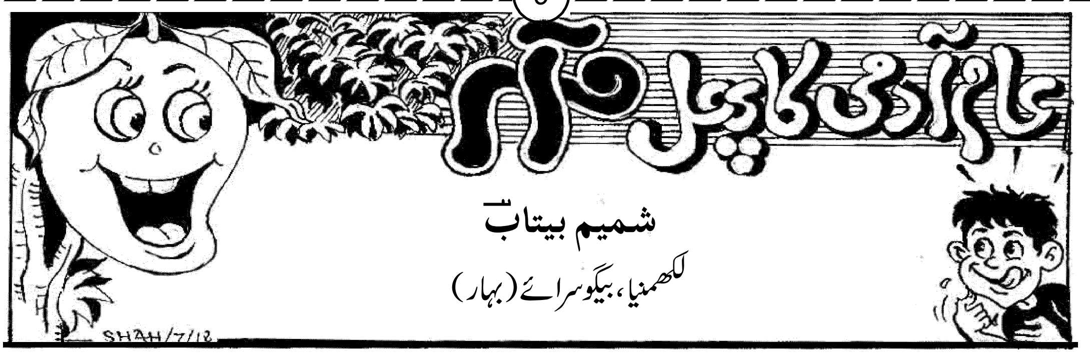

عام آدمی کا پھل آم

شمیم بیتابؔ

لکھمنیا، بیگوسرائے (بہار)

پھلوں میں آم ہی ایسا پھل ہے جسے بچے بوڑھے جوان امیر غریب مرد عورت سب پسند کرتے ہیں۔ ہماری اور آپ کی زندگی میں رس گھولنے والا میٹھا اور لذیذ آم قدرت کا ایک انعام ہے۔ آم کا سائنسی نام مینگی فیرا انڈیکا (Mangifera Indica) ہے۔ سنسکرت میں اس پھل کے کئی نام ہیں جن میں ایک امرا بھی ہے جو ہندوستانی عام بول چال کی زبان میں آم ہو گیا۔ تامل زبان میں اسے ''مانے کے'' یا ''مان گے'' کہا جاتا ہے۔ تامل کے اثر سے پُرتگالیوں کی زبان میں یہ ''مانگا'' کہلایا اور یہیں سے انگریزی اور اسپینش Spanish میں Mango ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب سکندر اعظم ہندوستان آیا تو اس پھل کی مٹھاس اور خوشبو نے اسے دیوانہ بنا دیا اور وہ اس کی تعریف کرتے نہیں تھکتا تھا۔ ہندوستان میں مذہبی تقریبات اور شادی بیاہ کے موقعوں پر برادرانِ وطن آم کے پتّوں سے گھروں، دروازوں اور پنڈالوں کو سجاتے ہیں جو دیکھنے میں بہت ہی خوشنما لگتا ہے۔ آم کا پھل جب بہت چھوٹا ہوتا ہے تو اسے بہار میں مقامی زبان میں ٹکولا کہتے ہیں جو گرمی کے دنوں میں لُو لگنے میں بہت کام آتا ہے جس شخص کو لُو لگ جائے اُسے ٹکولا بھون کر چھلکا چھیل کر اس کے گودے میں نمک یا چینی ملا کر شربت بنا کر پلانے سے مریض فوراً ٹھیک ہو جاتا ہے۔ چھلکے اور گودے کو ہاتھ پاؤں پر رگڑنے سے بھی لُو کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ ونا سپتی وگیان کی نظر میں یہ کاجو نسل کا پھل ہے۔ ایشیا میں ہندوستان کے کئی صوبوں کے علاوہ برما میں آم پیدا ہوتا ہے۔ ۱۷۰۰ء میں برازیل میں سب سے پہلے آم پہنچا پھر لگ بھگ چالیس برس بعد ویسٹ انڈیز میں اس کے پیڑ لگائے گئے۔ مغل بادشاہ اکبر بھی اس لذیذ پھل کے شوقین تھے، اُس پھل سے محبت کا نتیجہ تھا کہ شاہی باغ میں تقریباً ایک لاکھ آم کے پیڑ لگائے گئے تھے۔ اسی نسل کے بہت سے درخت دربھنگہ (بہار) کے باغوں میں پھل دے رہے ہیں۔ اُتر پردیش کے بعد آم پیدا کرنے والے صوبوں میں بہار کا دوسرا مقام ہے۔ ملک میں آم کی کل پیداوار کا ۳۴ فیصد بہار میں ہوتا ہے۔ یہاں کا مالدہ، بمبئی، نورس، کشن بھوگ، گلاب خاص، زمرد، زرد آلو، دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ ہندوستان میں ایک ہزار سے زیادہ آم کی قسمیں پائی جاتی ہیں۔ بہت سے آم کے نام کسی گاؤں یا شخص کے نام پر بھی رکھے گئے ہیں۔ ''دسہری'' اور ''رٹول'' گاؤں کے نام پر بھی رکھے گئے ہیں۔ ''امین ابراہیم پور'' ابراہیم پور گاؤں کے نام پر ہے گجرات کا ''پٹیل'' وہاں کی پٹیل ذات کے نام پر ہے۔ مہاراشٹر کا ''فرنانڈین'' آم فرننڈ و ذات کے نام پر رکھا گیا ہے۔ کیرالہ کا ''کٹو'' اور ''منڈپا'' آم وہاں کے ایک مقام کے

نام پر ہے۔ آندھرا پردیش کے ''نیل الدین'' آم کا نام ایک شخص کے نام پر ہے۔ بھوپال کا ''دہیر'' دہی کی مہک کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ اُتر پردیش کا ایک آم اپنی خوبصورتی کی وجہ سے ''حسن آرا'' کہلایا۔ ایک آم اپنے لال رنگ اور گودے کی وجہ سے 'لبِ معشوق' کے نام سے مشہور ہے۔

بہار کے ایک زمیندار کمال الدین مرحوم آم کے بڑے شوقین تھے۔ ان کے یہاں آم کے کئی بڑے بڑے باغ تھے۔ ایک باغ جو تقریباً ایک سو بیگھے کا تھا ان کے صاحبزادے جمال الدین (مرحوم) سابق وزیر صحت حکومت بہار کے نام پر جمال باغ کے نام سے مشہور ہے۔ اس باغ میں کئی نفیس اور عمدہ قسم کے آم کے پیڑ تھے اُس باغ کا ''شہناز'' اور ''گل شکرلی'' بہت ہی لذیذ آم تھا۔ کہا جاتا ہے کہ نواب کمال الدین کے دور میں ایک درخت کمال پسند کہلاتا تھا اور اس کا آم بڑا لذیذ ہوتا تھا جسے وہ بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ آم کے موسم میں اس درخت کی جڑ میں دودھ ڈالا جاتا تھا دروغ برگردن راوی۔ گاؤں لکھمنیا (بیگوسرائے) میں ہزاروں بیگھے میں آم کے باغ اب بھی موجود ہیں۔ گاؤں کے لوگ آم کی آمدنی سے سال بھر اپنا خرچ چلاتے ہیں۔ آم کے موسم میں ہزاروں لوگوں کو روزگار ملتا ہے۔ کئی لوگوں کے پاس آم کے بڑے بڑے باغ ہیں جس میں عمدہ قسم کے قلمی آم کے پیڑ لگے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آم کے بڑے شوقین ہیں اور دور دراز سے آم کا قلم منگوا کر اپنے باغ میں لگاتے ہیں۔ ان لوگوں کے باغات خاص طور سے زرد آلو، مالدہ، بمبئی، گلاب خاص، امرپالی وغیرہ کے لیے مشہور ہیں۔ لکھمنیا کا ایک نرسری ''برکات نرسری'' کے نام سے بہار میں مشہور ہے۔ برکات صاحب کی نرسری میں ہر قسم کے آم کا قلم بروقت موجود رہتا ہے۔

آم کی پیداوار میں سب سے اوّل نام اُتر پردیش کا آتا ہے۔ ملیح آباد کے ذکر کے بغیر تو آم کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ کاکوری جس کا ہندوستانی تاریخ میں اہم مقام ہے کے پاس ایک گاؤں ہے۔ 'دسہری' دسہری آم کا نام اسی گاؤں کے نام پر رکھا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بنارس کے ایک لنگڑا فقیر کے گھر میں پہلی بار لنگڑا آم پھلا تھا اسی وجہ سے اس کا نام 'لنگڑا' پڑ گیا۔ اسی طرح بہار کے ایک گاؤں میں فجلی نام کی عورت کے گھر میں فجلی آم کا پیڑ اُگا تھا اس لیے اس آم کو فجلی کہتے ہیں۔ اُتر پردیش کے آموں میں دسہری، لنگڑا، قلمی، مالدہ، چوسا، امین ہیرا، امین ابریہم پوری، بھدوریا، رٹول، طوطا پری، فجلی، زعفرانی، سفیدہ، فقیر والا، بُڈھ کا کلیوا، کرشن بھوگ، عنایت پسند، ہینڈل گلاس، تیموریا، زرد آلو، گلاب جامن، گوپال بھوگ، پرنس، عزیز پسند ہیں۔ ان سب میں ملیح آباد کی دسہری کا جواب نہیں۔ جس طرح الہٰ آباد، امرود اور اکبر الہٰ آبادی کی وجہ سے مشہور ہے، اسی طرح ملیح آباد (شبیّر حسن خاں) جوشؔ ملیح آبادی اور آم کی وجہ سے مشہور ہے۔ جوش نے اپنے بھائی کے پاس ایک خط لکھا تھا جس میں آم کا تذکرہ تھا اور وطن سے دور رہنے کا رنج و غم ظاہر کیا گیا تھا۔ خط کا کچھ اقتباس یوں ہے ''آم کے باغوں میں جو کوئلیں بولنے والی ہیں ان کی کوک سے اور جو بور نکلنے والے ہیں ان کی خوشبو سے مجھ بدنصیب کا سلام کہنا اور ماں باپ کی قبروں سے جا کر کہہ دینا کہ بدنصیب کو اس بات کا بہت قلق ہے کہ اِس کی قبر اب ان کے پائینتی میں نہیں بن سکے گی۔ بچو ان کی نظم کے چند اشعار پڑھو:

آم کے باغوں میں جب برسات ہوگی پُرخروش
میری فرقت میں لہو روئے گی چشم مئے فروش
اس کی بوندیں جب اُڑادیں گی گلستانوں کے ہوش
کنج رنگیں میں پکاریں گی ہوائیں جوش جوش
سُن کے میرا نام موسم غم زدہ ہوجائے گا
ایک محشر سا گلستاں میں بپا ہو جائے گا
اے ملیح آباد کے رنگیں گلستاں ’الوداع‘

بچواب چلتے چلتے غالبؔ اور آم سے متعلق کچھ لطیفے بھی سُن لو، تم نے خواجہ الطاف حسین حالؔی پانی پتی کا نام ضرور سُنا ہوگا۔ حیات سعدی حیاتِ جاوید، یادگارِ غالب، مقدمۂ شعرو شاعری اور مسدّس حالی ان کی مشہور تصنیفات ہیں۔ یہ لطیفے ان کی کتاب یادگارِ غالب سے اخذ کیے گئے ہیں۔

ایک روز مرحوم بہادر شاہ آموں کے موسم میں چند مصاحبوں کے ساتھ جن میں مرزا (غالبؔ) بھی تھے باغ حیات بخش یا مہتاب باغ میں ٹہل رہے تھے، آم کے پیڑ رنگ برنگ کے آموں سے لدے ہوئے تھے۔ یہاں کا آم بادشاہ یا سلاطین یا بیگمات کے سوا کسی کو میسّر نہیں آسکتا تھا۔ مرزا بار بار آموں کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے۔ بادشاہ نے پوچھا ”مرزا اس قدر غور سے کیا دیکھتے ہو؟“ مرزا نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا پیر و مرشد یہ جو کسی بزرگ نے کہا ہے:

برسرِ ہر دانہ بنو شتہ عیاں
کایں فلاں ابن فلاں ابن فلاں

اس کو دیکھتا ہوں کہ کسی دانے پر میرا یا میرے باپ دادا کا نام بھی لکھا ہے یا نہیں بادشاہ مسکرائے اور اُسی روز ایک بہنگی عمدہ عمدہ آموں کی مرزا کو بھجوائی۔

حکیم رضی الدین خاں جو مرزا کے نہایت قریب تھے اور دوست تھے ان کو آم نہیں بھاتے تھے۔ ایک گدھے والا اپنے گدھے لیے ہوئے گلی سے گزرا۔ آم کے چھلکے پڑے ہوئے تھے۔ گدھے نے سونگھ کر چھوڑ دیے۔ حکیم صاحب نے کہا ”دیکھئے آم ایسی چیز ہے جسے گدھا بھی نہیں کھاتا۔“ مرزا نے کہا ”بیشک گدھا نہیں کھاتا“ مرزا کی نیت آموں سے کسی طرح میسّر نہ ہوتی تھی اہل شہر تحفتاً بھیجتے تھے خود بازار سے منگواتے تھے باہر سے دور دور کے آم بطور سوغات آتے تھے، مگر حضرت کا جی نہیں بھرتا تھا۔ مرحوم مصطفےٰ خاں ناقل تھے کہ ایک صحبت میں مولانا فضل حق، مرزا اور دیگر احباب جمع تھے اور آم کی نسبت ہر شخص اپنی اپنی رائے بیان کر رہا تھا کہ اس میں کیا خوبیاں ہونی چاہئیں، جب سب لوگ اپنی اپنی کہہ چکے تو مولانا فضل حق نے مرزا سے کہا تم بھی اپنی رائے بیان کرو۔ مرزا نے کہا کہ بھئی میرے نزدیک تو آم میں دو باتیں ہونی چاہئیں میٹھا ہو اور بہت ہو۔

ملیح آباد کے کریم اللہ صاحب کے تذکرہ کے بغیر آم پر کوئی بھی مضمون مکمل نہیں ہوسکتا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے باغ میں ۷۵ سال پرانا ایک درخت ہے جس میں انھوں نے کڑی محنت کر کے ۳۷۵ آم کی قلمی قسمیں پیدا کی ہیں۔ دنیا میں پیدا ہونے والے کل آم کا ساٹھ فیصد صرف ہندوستان میں پیدا ہوتا ہے۔ اُتر پردیش، بہار، آندھرا پردیش، اُڑیسہ، آسام، مغربی بنگال اور مہاراشٹر آم پیدا کرنے والے صوبے ہیں۔ ہندوستانی کا آم برطانیہ، کناڈا، کویت، سعودی عرب کے ساتھ ساتھ دنیا کے چالیس ممالک کو بھیجا جاتا ہے اور اُن ملکوں میں ہندوستانی آم کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھنا جاتا ہے اور پسند کیا جاتا ہے۔

○○